عقل و دین کا رشتہ، استاد مطہری کی نظر میں

مؤلف: محمد رضا رجبی، پروین کاظم زادہ
مترجم: مولانا محمد رضا خان

صدیوں سے عیسائی اور مسلمان فلسفی اور متکلم، عقل و دین کے مسئلہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ استاد مطہری کی نظر میں عقل و دین میں اپنے آپ میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا ہے اور حکم عقل و شرع میں تزاحم پیدا ہونے کی صورت میں عقل کا حکم مقدم ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق عقل، روح اسلام کو درک کرکے اس کے مطابق عمل کرتی ہے اگرچہ بعض روایتوں کے ظاہر سے اس کا تضاد ہی کیوں نہ ہو۔

عقل و دین، عقل و وحی اور عقل و ایمان کا آپسی تعلق، علم کلام کے سب سے قدیم مسائل میں سے ہے۔ آج کے دور میں بھی جدید عقلانیت کے مختلف ابواب جیسے کہ روشن خیال عقلانیت، عقل بہ حیثیت ذریعہ، ماڈرن عقلانیت اور تنقیدی عقلانیت پر بحث و گفتگو ہوتی ہے۔ شہید مطہری ان دانشوروں میں شامل ہیں جو دینی اعتقادات کو عقلی نقطہ نظر سے جانچنا چاہتے ہیں اور عقل و ایمان کے باہمی تعلق پر شدت سے یقین رکھتے ہیں۔ پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی ساری عمر دین کے عقلانی دفاع میں گزار دی۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب "عدل الہی" کے مقدمہ میں وضاحت کرتے ہیں کہ صحیح اور عقلانی طور پر اسلامی مسائل کو پیش کرنا اس کتاب کی تحریر کا اصل مقصد ہے تاکہ دین اسلام سے ناواقف لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا جاسکے۔[۱]

شہید مطہری ایک مضبوط عقلیت پسند محقق تھے اور اس عقلیت پسندی کی جھلک آپ کی کتابوں میں صاف نظر آتی ہے۔ آپ شریعت کے اصول و مبانی میں مہارت رکھتے تھے اور عقلی دلائل سے اسلامی اعتقادات کا دفاع کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن و سنت کے ذریعہ اسلام اور خاص کر شیعہ فرقہ کے نقطہ نظر

۱۔ مطہری، مرتضی، بیست گفتار، ص ۲

سے عقل کے حجت ہونے کو ثابت کیا ہے۔[۱]

کیا عقل دینی اعتقادات کے بارے میں کوئی رائے دے سکتی ہے یا اس کے اعتبار میں اضافہ کر سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور میں عقل و دین کے آپسی تعلق کے حوالے سے چار اہم نظریے پائے جاتے ہیں۔ مکمل عقلیت پسندی، ایمان گرائی، تنقیدی عقلیت پسندی، اور اعتدال پسندانہ عقلیت پسندی۔ اس مقالہ میں ہم دین و عقل کے آپسی تعلق کے بارے میں استاد مرتضی مطہری کے نظریات کو پیش کریں گے۔

قرآن وسنت میں عقل کی اہمیت، استاد مطہری کی نگاہ میں

استاد مطہری کی نظر میں بنیادی مسائل کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا استدلال و برہان پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عقل کا استعمال جائز ہے اور استدلال ایک ذریعہ اور عقل ایک منبع کے حیثیت سے قرآن کی نظر میں معتبر ہے[۲]۔ شہید مطہری فرماتے ہیں:

> "قرآن نہ صرف اصول دین کے بارے میں استدلال پیش کرتا ہے بلکہ دوسرے بہت سے مسائل کے لئے بھی اسی نہج پر گفتگو کرتا ہے جو صرف عقل کے نزدیک معتبر ہے یعنی اگر عقل معتبر نہ ہو تو وہ گفتگو بھی معتبر نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر کتب علیکم الصیام کے لئے قرآن دلیل پیش کرتا ہے کہ لعلکم تتقون۔ اگر حکم عقل معتبر نہ ہوگا تو اس طرح کا استدلال بے معنی ہو جائے گا۔ یعنی استدلال ایک وسیلہ اور عقل ایک منبع کی حیثیت سے قرآن مجید کی نظر میں معتبر ہے۔"[۳]

شہید مطہری اعتقادی اور کلامی مسائل میں استدلالی طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے قرآن کریم سے ماخوذ مانتے ہیں۔

۱۔ مطہری، مرتضی، سیری در نہج البلاغہ، ص ۷۵؛ مطہری، مرتضی، یادداشت ہای مطہری، ص ۳۸۵
۲۔ مطہری، مرتضی، شناخت در قرآن، ص ۵۸-۵۹
۳۔ ایضاً

"قرآن کریم نے ایمان کو تعقل و تفکر کی بنیاد پر رکھا ہے اور قرآن ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ لوگ تعقل کے ذریعہ ایمان تک پہنچیں۔ قرآن کریم کسی شئے پر اعتقاد رکھنے کے لئے تعبد یا عقیدت کے طریقہ کو کافی نہیں جانتا لہٰذا اصول دین میں منطقی طور پر تحقیق ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالی موجود ہے اور واحد ہے، اس مسئلہ کو منطق کے ذریعہ سمجھنا ہوگا۔"[۱]

قرآن کی نظر میں عقل کی اصالت کے بارے میں شہید مطہری فرماتے ہیں:

"قرآن ہمیشہ غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کے اصول دین میں عقل کے علاوہ کسی اور شئے کو دخل اندازی کا حق نہیں ہے۔ یعنی اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کیوں اللہ تعالی پر ایمان لائے تو آپ کو عقلی دلیل دینی پڑے گی۔ اس کے برخلاف مسیحیت کے اصول ایمان میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے لیکن اسلام کے اصول ایمان کے علاقہ میں صرف و صرف عقل کو دخل دینے کا حق ہے۔"[۲]

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان بنا سوچے سمجھے اس کے احکام و قوانین کو مان لے بلکہ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ انسان غور و فکر کرے اور اسلامی احکام کو عقلی بنیادوں پر پرکھے اور پھر ان پر ایمان لائے اور عمل کرے۔ اسی وجہ سے اسلام، تکوینی اور تشریعی امور میں انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن میں لفظ علم قریب ۷۸۰ بار، لفظ عقل ۴۹ بار، لفظ تفکر ۱۸ بار، لفظ لب ۱۶ بار، لفظ تدبر ۴ بار اور لفظ نہی جو عقل کے معنی میں ہے ۲ بار آیا ہے۔

شہید مطہری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیتوں میں طبعی واقعات، نزول قرآن، آخرت اور انسانی تاریخ کے بارے میں کچھ باتیں بیان کی ہیں اور فرمایا ہے کہ ہم نے یہ باتیں اس لئے بیان کی ہیں تا کہ انسان ان پر غور و فکر کرے۔ واقعی اگر عقل حجت نہ ہوتی تو وحی میں اس کے بارے میں اتنی گفتگو نہ ہوتی۔[۳]

۱۔ مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار (جلد ۳)، ۵۹

۲۔ خامہ گر، محمد، جایگاہ عقل در قرآن کریم از منظر استاد مطہری، ص ۲۲

۳۔ مطہری، مرتضی، آشنایی با قرآن، ص ۴۸

قرآن مجید میں عقل کی اصالت، شہید مطہری کی نظر میں

شہید مطہری کی نظر میں قرآنی آیتیں کبھی تطابقی انداز میں اور کبھی التزامی انداز میں عقل کی اصالت کو بیان کرتی ہیں:

> إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّـهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ ترجمہ: اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔[۱]

استاد اس آیت کی تشریح میں کہتے ہیں کہ لایعقلون وہ لوگ ہیں جو اپنی قوت تعقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اللہ انہیں حیوانات کے زمرے میں قرار دیتا ہے۔ یعنی انسانیت کا مقام اور خلیفۃ اللہی کا مرتبہ عقل پر مبنی ہے[۲]۔ استاد دوسری آیتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

> وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّـهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ ترجمہ: اور کسی نفس کے امکان میں نہیں ہے کہ بغیر اجازت و توفیق پروردگار کے ایمان لے آئے اور وہ ان لوگوں پر خباثت کو لازم قرار دے دیتا ہے جو عقل استعمال نہیں کرتے ہیں۔[۳]

❖

> وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ ترجمہ: اور پھر کہیں گے کہ اگر ہم بات سن لیتے اور سمجھتے ہوتے تو آج جہنّم والوں میں نہ ہوتے۔[۴]

آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تعقل اور غور و فکر کو دنیاوی اور اخروی کامیابی کی وجہ بتائی گئی ہے۔ آپ دوسری آیتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جن میں ایسی باتیں بیان ہوئی ہیں جنہیں سمجھنا تعقل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۱۔ سورہ انفال، آیت ۲۲
۲۔ آشنائی با قرآن، ص ۴۸
۳۔ سورہ یونس، آیت ۱۰۰
۴۔ سورہ ملک، آیت ۱۰

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ ترجمہ: یہ یہودی کہتے ہیں کہ جنّت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ یہ صرف ان کی امیدیں ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم سچّے ہو تو کوئی دلیل لے آؤ۔[1]

❖

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُم مُّعْرِضُونَ۔ ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اس کے علاوہ اور خدا بنالئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ ذرا اپنی دلیل تو لاؤ۔ یہ میرے ساتھ والوں کا ذکر اور مجھ سے پہلے والوں کا ذکر سب موجود ہے لیکن ان کی اکثریت حق سے ناواقف ہے اور اسی لئے کنارہ کشی کر رہی ہے۔[2]

آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں توحید کے اثبات کے لے قیاس منطقی اور استدلال عقلی کا سہارا لیا گیا ہے[3]۔ آپ کچھ ایسی آیتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جن میں مختلف چیزوں کے درمیان موجود علت و معلول کے رابطے کو بیان کیا گیا ہے۔[4]

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔ ترجمہ: اے گروہ جن وانس اگر تم میں قدرت ہو کہ آسمان و زمین کے اطرف سے باہر نکل جاؤ تو نکل جاؤ مگر یاد رکھو کہ تم قوت اور غلبہ کے بغیر نہیں نکل سکتے ہو۔[5]

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۱۱
۲۔ سورہ انبیا، آیت ۲۴
۳۔ آشنائی با قرآن، ص ۴۹
۴۔ ایضاً، ص ۵۰
۵۔ سورہ رحمٰن، آیت ۳۳

اسی طرح آپ سورہ رعد کی گیارہویں آیت[۱] کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ آیت یہ بتانا چاہ رہی ہے کہ اگرچہ مقدر اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اللہ تعالی اس مقدر کو انسان کے اختیار و عمل کے دائرہ سے ہی بناتا ہے۔ تقدیر کا بھی اپنا ایک نظام ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کسی معاشرہ کی تقدیر کو تبھی بدلتا ہے جب وہ خود اپنے آپ کو بدلنا چاہے۔“[۲]

استاد مطہری کا ماننا ہے کہ تشریع کے میدان میں قرآن عقلی قانون کو جاری کرتا ہے اور پھر آپ شرعی احکام کے عقلی فلسفہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کے واجب ہونے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ۔ ترجمہ: آپ جس کتاب کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھ کر سنائیں اور نماز قائم کریں کہ نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی شئے ہے اور اللہ تمہارے کاروبار سے خوب باخبر ہے۔[۳]

اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ نماز فساد و فحشا سے روکتی ہے۔ اسی طرح دوسرے احکام جیسے روزہ، زکات، جہاد وغیرہ کے فردی و اجتماعی آثار کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے۔ شہید مطہری کا ماننا ہے کہ قرآنی نقطہ

۱۔ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ۔ ترجمہ: اس کے لئے سامنے اور پیچھے سے محافظ طاقتیں ہیں جو حکم خدا سے اس کی حفاظت کرتی ہیں اور خدا کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے کو تبدیل نہ کرلے اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرلیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی کسی کا والی و سرپرست ہے۔

۲۔ آشنائی با قرآن، ص ۵۱

۳۔ سورہ عنکبوت، آیت ۴۵

نظر سے حکم الٰہی ہمیشہ مصلحت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔اسی وجہ سے اصولی علما کہتے ہیں کہ مصالح و مفاسد احکام الٰہی کی اصل وجہ ہیں یعنی اسلامی احکام اگرچہ آسمانی ہیں لیکن ان کے اندر دنیاوی پہلو پایا جاتا ہے۔قرآن چاہتا ہے کہ انسان ان احکام کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ ان کا فلسفہ سمجھ میں آجائے اور یہ تبھی ممکن ہے جب انسان اپنی عقل کو بروئے کار لائے گا۔[1]

آپ دوسری آیتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جس میں انسان کو ایسی باتوں سے منع کیا گیا جس سے قوت تعقل صحیح راستہ سے منحرف ہو جاتی ہے۔قرآن کی نظر میں حدس و گمان انسان کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور انسان کو غیر علمی باتوں کی طرف دھیان نہیں دینا چاہئے:

> وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ ترجمہ: حالانکہ ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں ہے یہ صرف وہم و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں اور گمان حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہے۔[2]
>
> ❖
>
> قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ۔ ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ زمین میں سیر کریں پھر اس کے بعد دیکھیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔[3]

اگر انسان وہم و گمان پر قناعت کرے گا اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ کبھی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے گا۔انسان کے غور و فکر کرنے کی راہ میں دوسری بڑی رکاوٹ اندھی تقلید ہے، یعنی انسان بلا سوچے سمجھے خاص کر سماجی مسائل میں دوسروں کی پیروی کرنے لگتا ہے۔قرآن اندھی تقلید اور بنا سوچے سمجھے فکری طور پر تسلیم ہونے سے شدت سے منع کرتا ہے۔قرآن تاکید کرتا ہے کہ ہر شئے کو عقل کے معیار پر پرکھو۔قرآن ہر اس چیز کی مخالفت کرتا ہے جس سے تعقل کی طاقت کمزور پڑتی ہو:

۱۔آشنائی با قرآن، ص ۵۱

۲۔سورہ نجم، آیت ۲۸

۳۔سورہ انعام، آیت ۱۱

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس کا اتباع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ ایسا ہی کریں گے چاہے ان کے باپ دادا بے عقل ہی رہے ہوں اور ہدایت یافتہ نہ رہے ہوں۔[1]

فکر کے بھٹکنے کی ایک اور وجہ نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے۔ قرآن انسان کو ہوا و ہوس سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے:

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ۔ ترجمہ: یہ سب وہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے طے کر لئے ہیں خدا نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ درحقیقت یہ لوگ صرف اپنے گمانوں کا اتباع کر رہے ہیں اور جو کچھ ان کا دل چاہتا ہے اور یقیناً ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔[2]

یہ ساری آیتیں عقل کی حجیت اور معیار ہونے پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا تعقل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

استاد مطہری دینی امور میں عقل کے کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دین کے بعض مفاہیم و حقایق صرف عقل کے ذریعہ دریافت ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالی کے بعض اوصاف جیسے اس کا بے مثال ہونا، اس کا لامتناہی علم، اس کا بے نیاز ہونا، ہر جگہ اس کا پایا جانا وغیرہ کو صرف عقل کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۰

۲۔ سورہ نجم، آیت ۲۳

لَیۡسَ کَمِثۡلِهِ شَیۡءٌ۔ ترجمہ : اس کا جیسا کوئی نہیں ہے۔[1]

❖

قُلۡ إِن تُخۡفُوا مَا فِی صُدُورِكُمۡ أَوۡ تُبۡدُوهُ یَعۡلَمۡهُ اللَّهُ وَیَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الۡأَرۡضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیرٌ ۔ ترجمہ : آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم دل کی باتوں کو چھپاؤ یا اس کا اظہار کرو خدا تو بہر حال جانتا ہے اور وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر شئے پر قدرت واختیار رکھنے والا بھی ہے۔[2]

❖

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبۡحَانَهُ هُوَ الۡغَنِیُّ لَهُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الۡأَرۡضِ۔ ترجمہ : یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بیٹا بنایا ہے حالانکہ وہ پاک و بے نیاز ہے اور اس کے لئے زمین و آسمان کی ساری کائنات ہے۔[3]

❖

وَلِلَّهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ فَأَیۡنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِیمٌ۔ ترجمہ : اور اللہ کے لئے مشرق بھی ہے اور مغرب بھی لہٰذا تم جس جگہ بھی قبلہ کا رخ کرلوگے سمجھو وہیں خدا موجود ہے وہ صاحبِ وسعت بھی ہے اور صاحبِ علم بھی ہے۔[4]

❖

هُوَ الۡأَوَّلُ وَالۡآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیمٌ۔ ترجمہ : وہی اوّل ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن اور وہی ہر شئے کا جاننے والا ہے۔[5]

قرآن نے ان مسائل کو کیوں بیان کیا ہے؟ کیا ہم ان کو تعبداً قبول کریں گے یا پھر ہم کو ماننا پڑے گا کہ ایسا کوئی علم ہے جس سے ہم ان مسائل کی کنہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں[6]۔

۱۔ سورہ شوریٰ، آیت ۱۱
۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۲۹
۳۔ سورہ یونس، آیت ۶۸
۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۱۵
۵۔ سورہ حدید، آیت ۳
۶۔ مطہری، مرتضیٰ، مجموعہ آثار (جلد ۶)، ص ۹۶۰

استاد مطہری فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی قرآن نے بہت سے ایسے مفاہیم کو بیان کیا ہے جن کو حواس خمسہ کے ذریعہ درک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر:

لوح محفوظ:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۔ترجمہ: یقینا یہ بزرگ و برتر قرآن ہے۔ جو لوح محفوظ میں محفوظ کیا گیا ہے۔[1]

❖

لوح محو واثبات:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ۔ ترجمہ: اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹادیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔[2]

❖

وحی واشراق:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہارا ہی جیسا بشر ہوں لیکن میری طرف برابر وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے لہٰذا اس کے لئے استقامت کرو اور اس سے استغفار کرو اور مشرکوں کے حال پر افسوس ہے۔[3]

❖

قضا و قدر:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ۔ ترجمہ: وہ خدا وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر ایک مدت کا فیصلہ کیا

۱۔ سورہ بروج، آیت ۲۱ و ۲۲
۲۔ سورہ رعد، آیت ۳۹
۳۔ سورہ فصلت، آیت ۶

ہے اور ایک مقررہ مدت اس کے پاس اور بھی ہے لیکن اس کے بعد بھی تم شک کرتے ہو۔[۱]

اسی وجہ سے قرآن میں بار بار انسان کو تدبر و تفکر کی طرف دعوت دی گئی ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ ترجمہ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔[۲]

❖

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ۔

ترجمہ: یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور صاحبانِ عقل نصیحت حاصل کریں۔[۳]

شہید مطہری فرماتے ہیں کہ ان ساری آیتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عقل و استدلال کی تائید کرتا ہے۔

روایات میں عقل کی اصالت: شہید مطہری کی نظر میں

شہید مطہری نے عقل کی اصالت کو روایات و احادیث سے بھی ثابت کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسلام وہ واحد دین ہے جس میں عقل کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ آپ اس سلسلہ میں امام موسی بن جعفرؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں ارشاد ہوتا ہے:

ان للہ علی الناس حجتین، حجة ظاهره و حجة باطنه فأمّا الظاهرة، فالرّسل والأنبياء والأئمّة وأمّا الباطنة فالعقول۔ ترجمہ: اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے دو حجت بھیجے ہیں۔ ظاہری حجت جس سے مراد پیغمبر اور امام ہیں اور باطنی امت جس سے مراد عقل ہے۔[۴]

استاد مطہری کا ماننا ہے کہ یہ دونوں حجتیں ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہیں یعنی عقل ہو اور پیغمبر نہ

۱۔ سورہ انعام، آیت ۲

۲۔ سورہ محمد، آیت ۲۴

۳۔ سورہ ص، آیت ۲۹

۴۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی (جلد ۱)، ص ۱۶

ہوں تو انسان کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر انبیا ہوں لیکن عقل نہ ہو تو بھی انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ عقل اور نبی دونوں ایک ہی کام انجام دیتے ہیں۔ اسلام میں عقل کی اہمیت کے بارے میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔[۱]

استاد مطہری کا یہ ماننا ہے کہ عقل کے معتبر ہونے سے متعلق بیشتر روایتیں شیعی منابع میں اور شیعی عالم اور محدث کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں اور اس طرح کی حدیثوں کو اہلسنت محدثین نے بہت کم نقل کیا ہے۔ اسی وجہ سے عقلی تفکر شیعہ مکتب فکر میں زیادہ پروان چڑھی ہے۔ اس سلسلہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ الہیات اور توحید کے موضوع پر آپ حضراتؑ اپنے اصحاب سے مسلسل گفتگو کرتے رہے، اسی طرح آپ نے مخالفوں کے سامنے، دینی مفاہیم کا عقلانی دفاع کیا جس کی وجہ سے شیعی عقلانیت، علم کلام و فلسفہ کی صورت میں ترقی کرتی رہی۔ عقلی و فکری رجحانات کو ائمہ علیہم السلام نے اپنے ماننے والوں میں زندہ کیا۔ آپ حضرات نے قرآنی آیتوں کی تفسیر، احتجاجات، خطابہ اور دعا کی صورت میں دقیق عقلی اور حکمی مسائل کو بیان کیا اور شیعوں نے اس سیرت کو آگے بڑھایا۔

اہلسنت محققین کا ماننا ہے کہ امام علیؑ اصحاب میں سب سے زیادہ عقلمند تھے اور آپ کی عقل کا دوسرے اصحاب سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابو علی سینا تحریر کرتے ہیں:

> كان علي بين اصحاب محمد كالمعقول بين المحسوس۔ ترجمہ: اصحاب رسول خداؐ میں علی کی مثال معقول میں محسوس کی ہے۔[۲]

شہید مطہری فرماتے ہیں کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو قرآنی کے عقلی معارف ہمیشہ کے لئے بنا تفسیر کے رہ جاتے۔ نہج البلاغہ میں ذات و صفات خدا، وحدانیت، اللہ تعالی کا اول و آخر و ظاہر و باطن ہونا، حدوث و قدم جیسے موضوعات پر حضرت علیؑ کے اقوال عقلی و فلسفی لحاظ سے اپنے کمال پر ہیں۔

صدر المتالہین جن کے نظریات حکمت الہی کے موضوع پر کافی اثر انداز ہوئے ہیں، حضرت علیؑ کے اقوال سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ توحید کے مسئلہ پر ذات سے ذات اور ذات سے صفات و

۱۔ مطہری، مرتضی، انسان کامل، ص ۱۵۴

۲۔ سیری در نہج البلاغہ، ص ۴۳

افعال پر استدلال اور اللہ تعالی کے صرف الوجود ہونے پر استدلال وغیرہ میں انہوں نے نہج البلاغہ سے اقتباس کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں جس طریقہ سے الٰہیات جیسے موضوعات پر گفتگو کی ہے، اس کی جھلک ہمیں فارابی، بوعلی سینا، ابن رشد اور غزالی جیسے مفکرین کی کتابوں میں نہیں ملتی ہے۔[۱]

قرآن واحادیث میں عقل کے مقام ومرتبہ پر اتنی تاکید کی گئی کہ مسلمان مفکرین، دینی نقطہ نظر سے عقل واحکام عقلی کی طرف دیکھنے لگے، البتہ ہر دور میں ایسا نہیں تھا کیونکہ کبھی کبھی دامن اعتدال کو چھوڑنے کی وجہ سے بعض کلامی فرقے افراط و تفریط کا شکار ہوگئے اور اسلامی عقلانیت کے تانے بانے بکھر گئے۔ کچھ لوگوں نے دین کو عقلانیت میں سمیٹ دیا اور اس کے رد عمل میں دوسرے لوگوں نے عقل کو دینداری کے پردے میں چھپادیا۔

دوسری اور تیسری صدی میں معتزلہ کی عقلیت پسندی اور اس کے مقابلہ میں اشاعرہ کی عقل کے تئیں بے توجہی اسی افراط و تفریط کا نتیجہ ہے۔ اسلامی عقلیت پسندی، بیرونی اسباب سے بھی متاثر نظر آتی ہے۔ مختلف ممالک اور علاقوں میں اسلام پھیلا اور مسلمانوں کو مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر ایک تہذیب کا اپنا الگ فلسفہ تھا اور وہ لوگ علمی محاذ پر مسلمانوں سے بحث وجدل کرتے تھے، جس کی وجہ سے مسلمان دانشور عقلیت پسندی کی طرف مائل ہوئے تاکہ ان کے سوالوں کا جواب دے سکیں۔ اگر معتزلی عقلیت پسندی کبھی کبھی افراط کا شکار ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے۔

تیسری صدی ہجری تک شیعی اصحاب نص اور اصحاب عقل کے درمیان اس طرح کا اختلاف نہیں پایا جاتا تھا جس طرح اہلسنت کے معتزلہ اور دوسرے گروہوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ شیعہ متکلمین دامن اعتدال کو تھامے ہوئے تھے اور خاص کر ائمہ اطہار علیہم السلام ان کے درمیان موجود تھے جس کی وجہ سے شیعی عقلیت پسندی افراط و تفریط سے محفوظ رہی لیکن دور غیبت میں کلام اور حدیث اور بعد میں اصولی اور اخباری کا چلن شروع ہوا جن کی وجہ سے عقل و نقل میں اختلاف پیدا ہوا لیکن اس کی مدت بہت کم تھی۔

شہید مطہری معتزلہ کی عقلیت پسندی پر اشاعرہ کی نص گرائی کی فتح کو، اہلسنت کے عقلی تفکر کی حیات پر ایک بہت بڑی ضرب مانتے ہیں۔ اسی طرح شیعوں میں اخباریت کو دین کی غلط تفسیر کا نتیجہ بتاتے ہیں۔[۲]

۱۔ سیری در نہج البلاغہ، ص ۷۵

۲۔ ایضاً، ص ۴۶

عقل کی محدودیت : شہید مطہری کی نظر میں

اللہ تعالی کی ذات و صفات لا محدود اور عقل بشری محدود ہے لہٰذا عقل کے ذریعہ سارے معارف کو احاطہ کرنے کا دعوی غلط ہے۔استاد مطہری عقل بشری کی کمیوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"دل کے برخلاف عقل کا سروکار مفاہیم و تصورات و الفاظ و کلمات سے ہے اور اسی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے کیونکہ ماوراء الطبیعی معانی کو مفاہیم و تصورات کے دائرہ میں رکھنا اور الفاظ و جملات میں اسے ڈھالنا دریا کو کوزہ میں بھرنے کے مترادف ہے لیکن اس کے مشکل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم معطلہ کی طرح معنوی امور کو عقل کے حدود سے باہر جانیں بلکہ لازم ہے کہ ان امور میں غور و خوض کے لئے خود کو تیار کریں اور جانب احتیاط کو رعایت کریں۔"[1]

نہج البلاغہ کے ۴۸ خطبہ میں حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"عقلوں کو یہ اجازت نہیں دی گئی ہے کہ اس کے صفات کے حدود کا تعین کریں لیکن لازم مقدار میں عقل کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے"۔[2]

شہید مطہری فرماتے ہیں:

"عقل کی کمی کو خود عقل بیان کرتی ہے اور ہمارے پاس عقل کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔جب آپ کے ہاتھ میں ایک چراغ ہوتا ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی روشنی کہاں تک جائے گی اور یہ بھی پتہ چلے گا کہ اس کی روشنی کہاں تک نہیں پہنچے گی۔ چراغ اپنی قابلیت اور کمی دونوں کو خود ہی بیان کرتا ہے۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا حکم ہے کہ یہاں تک عقل کا کام ہے اور اس کے آگے عقل کا کام نہیں ہے بلکہ اس بات کا پتہ خود عقل دیتی ہے"۔[3]

۱۔ مجموعہ آثار (جلد ۶) ص ۸۹۸

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۰۷

۳۔ خدا رضا، کامران، رابطہ عقل و ایمان، ص ۸۹

عقل ودین کا رشتہ، شہید مطہری کی نظر میں

شہید مطہری تاکید کرتے ہیں کہ عقل، دین کی نہ صرف تائید کرتی ہے بلکہ شدت سے اس کی حمایت بھی کرتی ہے۔ عقل، دینی معارف پر غور وفکر کرتی ہے اور عقلی شناخت سے دینی اعتقادات کے پختہ ہونے میں مددمل سکتی ہے کیونکہ قرآن صراحت کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ ترجمہ: آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے کہ آپ کا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بہک گیا ہے اور کون لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔[۱]

آپ کی نظر میں کوئی بھی دین اسلام کی طرح اپنے ماننے والوں کو اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ حکمت یعنی عقل وعلم کے راستے مابعد الطبیعیات کے مسائل میں داخل ہوں اور کسی بھی دین میں عقل کا شمار منابع احکام میں نہیں ہوتا ہے[۲]۔

آپ کی نظر میں کسی بھی دین کا اسلام کی طرح عقل سے اتنا قریبی رشتہ نہیں ہے اور عقل کے لئے اتنا حق قائل نہیں ہوا ہے[۳]۔ آپ کے خیال میں مسلمان فقہا عقل و شرع میں اٹوٹ رشتے کے قائل ہیں جسے قاعدہ تلازم کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ عقل سمجھ سکتی ہے شرع اسی کے مطابق حکم دیتی ہے اور جو شرع حکم دیتی ہے وہ عقلی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ میں، عقل کسی قانون کو کشف کر سکتی ہے یا کسی قانون پر قید لگا سکتی ہے یا اسے تعمیم دے سکتی ہے یا دوسرے منابع سے حکم کے استنباط میں ہماری مدد کر سکتی ہے۔ اسلامی احکام و قوانین چونکہ زندگی کی حقیقتوں سے متعلق ہیں لہٰذا عقل دین کی مدد کو آتی ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ اس کے احکام قابل فہم نہیں ہیں یا انسان ان کے کنہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔[۴]

۱۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۵
۲۔ رابطہ عقل وایمان، ص ۱۳۴
۳۔ مجموعہ آثار (جلد ۳)، ص ۱۹۰
۴۔ ایضاً، ص ۱۹۰

قاعدہ تلازم، استاد مطہری کی نظر میں

شہید مطہری عقل و دین کے لازم و ملزوم ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اسلام میں دین و عقل میں جو آپسی تعلق پایا جاتا ہے، ایسا تعلق کسی بھی دین میں نہیں ملتا۔ کسی بھی دین کے عالم سے سوال کیجئے کہ عقل و دین میں کیا تعلق ہے تو یہی جواب ملے گا کہ عقل کا دین سے کیا تعلق ہے۔ مسیحیت تثلیث سے شروع ہوتی ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ تثلیث عقل کے خلاف ہے تو جواب ملے گا کوئی بات نہیں۔ان کی نظر میں ایمان و تعبد کا معنی یہ ہے کہ عقل کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ اسلام میں اندھی تقلید نہیں ہے۔ عقل کے خلاف ہم تسلیم نہیں ہوتے۔ ہاں! اگر عقل بشری سے بالاتر موضوع کے سامنے ہم تسلیم ہوتے ہیں تو یہ خود عقل کے حکم کے مطابق ہے۔ عقل کہتی ہے کہ اگر کسی موضوع کے بارے میں نہیں جانتے تو اپنے بڑے کی بات مان لو"۔[۱]

استاد مطہری کے مطابق قرآن مجید بار بار انسان کو تعقل، استدلال، مطالعہ تاریخ اور تفقہ فی الدین کی دعوت دیتا ہے اور یہ سب ختم نبوت اور وحی تبلیغی کی جگہ عقل کی جانشینی کی علامت ہے۔[۲]

آپ فرماتے ہیں کہ اسلام نے عقل کو محترم مانا ہے اور اسے باطنی پیغمبر کا درجہ دیا ہے اور اصول دین صرف عقلانی تحقیق سے قابل قبول ہیں اور فروع دین میں بھی عقل، اجتہاد کے منابع میں شامل ہے۔ اسلام عقل کو ایک طرح کی طہارت اور زوال عقل کو ایک طرح کی نجاست مانتا ہے۔اسلام ہر طرح کے نشے کی اسی لئے مخالفت کرتا ہے کیونکہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے۔[۳]

آپ فرماتے ہیں: اسلام قانون گزاری کے لئے عقل پر تکیہ کرتا ہے اور قانون بنانے کے لئے عقل کو ایک اصل اور بنیاد مانتا ہے اور اسی وجہ سے فقہا نے کتاب، سنت اور اجماع کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی مبادی استنباط احکام کے طور پر مانا ہے۔اگر کوئی دین استنباط احکام میں عقل کو آسمانی کتاب کے برابر کا درجہ

۱۔ اسلام و مقتضیات زمان (جلد ۱)، ص ۲۴۷

۲۔ مجموعہ آثار (جلد ۳)، ص ۱۷۲؛ مطہری، مرتضی، ختم نبوت، ص ۳۷

۳۔ مجموعہ آثار (جلد ۳)، ص ۲۴۴؛ مطہری، مرتضی، مقدمہ ای بر جہان بینی اسلامی، ص ۱۱۹

دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل اور آسمانی کتاب اور سنت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی احکام، زمینی احکام ہیں یعنی انسان کے مصالح کے لئے ہیں۔ فقہا کی تعبیر کے مطابق احکام، حقیقی مصالح و مفاسد کے تابع ہیں یعنی واجبات کسی مصلحت اور محرمات کسی مفسدہ کی وجہ سے ہیں اور یہی مصالح و مفاسد احکام کے وضع ہونے کی وجہ ہیں۔ اگر ہم عقل کی بنیاد پر کسی ایسی مصلحت یا مفسدہ کا پتہ لگاتے ہیں جس کا قرآن و سنت میں کوئی تذکرہ نہیں ہے، تو یہ اسی وجہ سے ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام کا کلیہ یہ ہے کہ کسی بھی مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتا اور کسی بھی مفسدہ کو برداشت نہیں کرتا لہٰذا عقل کے سہارے ہم شرعی حکم کو دریافت کر لیتے ہیں۔

شاید کوئی یہ کہے کہ اگر اسلام چاہتا تو خود حکم صادر کر دیتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا پتہ شاید اسلام نے یہ حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اسلام ہر بات کو ہمارے لئے بیان کرے۔ جب شارع نے یہ کہہ دیا ہے کہ عقل حجت ہے یا یہ کہ اللہ تعالی نے دو حجت بھیجے ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی تو یہ ہمارے لئے کافی ہے۔

اب یہاں پر دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کتاب و سنت میں کوئی حکم صریحاً بیان ہوا ہے اور وہ حکم عقل کے خلاف ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ فقہا کا یہ جواب ہے کہ یہ صرف اگر کی حد تک ہے۔ اسلام میں اس کی ایک بھی مثال نہیں ملتی البتہ کبھی کبھی قرآن و سنت کے ظاہر (نہ کہ نص قاطع) سے ایسی بات سمجھ میں آتی ہے جو عقل کے خلاف ہے لیکن یہ قرآن کا ظاہر ہے اور نص قاطع کچھ اور ہے۔ یہاں حکم عقلی اس بات کی دلیل ہے کہ شارع اس ظاہر کو مراد نہیں لے رہا ہے لہٰذا ہم عقلی دلیل کی وجہ سے قرآن و سنت کے ظاہر سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عقل و قرآن میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی قرآن و سنت ایک ظن عقلی یا حدس عقلی سے ٹکراتا ہے، یہاں پر حکم دین سے عدول جائز نہیں ہے۔

کل ما حکم به العقل حکم به الشرع کا مطلب یہ ہے کہ اگر قاطع اور یقینی طور پر عقل کسی حکم پر پہنچتی ہے تو شرع کا حکم بھی یہی ہوگا۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ کل ما حکم به الشرع حکم به العقل، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب عقل اس نکتہ تک پہنچ جاتی ہے کہ اسلام بغیر منطق اور دلیل کے کوئی بات نہیں کہتا تو عقل کے لئے یہی کافی ہے اور اگر شرع کچھ کہتی ہے تو عقل اجمالاً یہ کہتی ہے کہ یہاں

پر کوئی منطق ضرور ہے۔[۱]

یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ یہ سب باتیں اس لئے ثابت ہیں کیونکہ مسلمان فقہا اور متکلمین (امامیہ اور معتزلہ) کا ماننا ہے کہ حسن و قبح ذاتی ہوتا ہے یعنی کوئی بھی کام ذاتی طور پر اچھا یا برا ہوتا ہے اور شرع بھی عقل کے فیصلہ کو قبول کرتی ہے۔[۲]

شہید مطہری کی نظر میں عقل ایک حد تک انسان کی ضرورتوں کو پوری کرتی ہے اور دین انسان کی ان ضرورتوں کو پورا کرتا ہے جو عقل بشری سے بالاتر ہیں۔ عقل اور علم انسان کی طبعی زندگی کو سنوارتے ہیں اور دنیا کو اس کے لئے سازگار بناتے ہیں لیکن دین، انسان کی عقلی اور علمی کوششوں کو با مقصد بناتا ہے۔

شہید مطہری کی نظر میں عقل و دین میں کوئی اختلاف و تضاد نہیں پایا جاتا ہے لیکن کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جو ان دونوں عناصر کے متضاد ہونے پر اصرار کرتے ہیں:

۱. کچھ دیندار نما لوگ جن کی روزی روٹی عوام کی جہالت سے وابستہ ہے اور یہ لوگ ہمیشہ علم کو دین کا رقیب بنا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۲. کچھ ایسے پڑھے لکھے دانشور حضرات جو اپنی اخلاقی برائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے، علم و عقل کو انسان کی کامیابی و سعادت کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دینداری اور علم و عقل میں تضاد پایا جاتا ہے۔

شہید مطہری فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو نہ پہلے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی دوسرے گروہ سے متاثر ہیں بلکہ وہ صراط مستقیم پر چلتے ہیں اور علم سے بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور دین سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ شہید مطہری خود کو اسی گروہ کا مانتے ہیں اور اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ دین و عقل کے مابین ہم آہنگی کو مختلف طریقوں سے ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ مجموعہ آثار (جلد ۲۱)، ص ۲۹۸-۳۰۱؛ اسلام و مقتضیات زمان (جلد ۲)، ص ۳۶-۳۹

۲۔ مطہری، مرتضی، فلسفہ اخلاق، ص ۳۰۵؛ رویکرد استاد مطہری بہ علم و دین، ص ۹۷

منابع مآخذ

- قرآن کریم
- باربور، ایان، علم و دین، ترجمہ بہاء الدین خرمشاہی، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۷۴
- پترسون، مایکل ودیگران، عقل واعتقاد دینی، ترجمہ احسان نراقی، طرح نو، تہران، ۱۳۷۶
- خامہ گر، محمد، جایگاہ عقل در قرآن کریم از منظر استاد شہید مطہری، فصلنامہ مکاتبہ واندیشہ، شمارۂ ۳۱، ۱۳۸۷
- خدارضا، کامران، رابطہ عقل وایمان، ایران جام، تہران، ۱۳۹۰
- خسروپناہ، عبدالحسین، رویکرد استاد مطہری بہ علم و دین، دفتر نشر معارف، قم، ۱۳۹۰
- راسل، برتراند، تاریخ فلسفہ غرب، ترجمۂ نجف دریابندری، نشر پرواز، تہران، ۱۳۷۳
- کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ترجمہ سید جواد مصطفوی، ولی عصر، قم، ۱۳۷۷
- محمد پور دھکردی، سیما، دیدگاہ وآرای استاد شہید مطہری در بارۂ دین و عقل، مجلّۂ رشد آموزش معارف اسلامی، سال یازدہم، شمارۂ ۴۱، ۱۳۷۹
- مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار، صدرا، تہران، ۱۳۶۸
- مطہری، مرتضی، شناخت در قرآن، سپاہ پاسداران، تہران، ۱۳۶۱
- مطہری، مرتضی، مقدمہ ای بر جہان بینی اسلامی، دفتر انتشارات اسلامی، جامعۂ مدرسین حوزۂ علمیہ قم، ۱۳۶۲
- مطہری، مرتضی، انسان کامل، صدرا، تہران، ۱۳۶۸
- مطہری، مرتضی، اسلام ومقتضیات زمان، صدرا، تہران، ۱۳۷۰
- مطہری، مرتضی، بیست گفتار، تہران، صدرا، ۱۳۷۰
- مطہری، مرتضی، ختم نبوت، تہران، صدرا، ۱۳۷۰
- مطہری، مرتضی، انسان وایمان، صدرا، تہران، ۱۳۷۱
- مطہری، مرتضی، مسالہ شناخت، صدرا، تہران، ۱۳۷۱
- مطہری، مرتضی، آشنایی با قرآن، صدرا، تہران، ۱۳۷۴
- مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار، صدرا، تہران، ۱۳۷۵
- مطہری، مرتضی، یادداشتہای شہید مطہری، صدرا، تہران، ۱۳۷۸
- مطہری، مرتضی، سیری در نہج البلاغہ، صدرا، تہران، ۱۳۸۰

❖ مطهری، مرتضی، فلسفه اخلاق، تهران، صدرا، ۱۳۸۱
❖ مطهری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، صدرا، تهران، ۱۳۸۱
❖ مطهری، مرتضی، وحی و نبوت، مجموعه آثار، صدرا، تهران، ۱۳۸۳
❖ مطهری، مرتضی، سیری در سیرهٔ نبوی، صدرا، تهران، ۱۳۸۵